# مکالمہ، مفہوم اور پس منظر

پروفیسر ڈاکٹر عبدالحی مدنی
فیکلٹی ہیومینیٹیز این ای ڈی یونیورسٹی کراچی

## ABSTRACT

### DIALOGUE:PHILOSOPHY,BENEFITES AND IMPACTS

All of the religions claim to be made by Allah but Allah has announced His final decision about His chosen religion and that is Islam till the day of Judgment and the other religions are cancelled.

As for as the dialogue is concerned so the dialogue which Islam has recognized its basic objective is to establish the ruler ship of Allah's law, in the mean time the opposer group is given the right of freedom in faith and practice and allows no compulsion in it.

Being Muslims we believe that the true path is from our Lord and we think that if the objective of interfaith dialogue is respect of humanity, expression of truth, preaching of Allah's oneness and prophet hood then it must be appreciated. As holy Quran mentioned the dialogue between Holy Prophet and delegation of Najran which was about religions.

Interfaith dialogue never means hypocrisy or a hurriedly which stands in way to say the truth or by

which true picture of Islam be multilated.No dought all these styles are called dialogue but all these are contemptible and rejected in Islam.

Indeed according to Uswa e Hasanah it is totally wrong to accept any other religion as parallel to Islam. So the rules must be followed in interfaith dialogue because such consideration may cause to come into existence of the false thought of community of religions.

The world has become a global village by science and technology, human being cannot break of all connections with others. So it is necessary to set the rules and regulations before the dialogue so that the positive impacts and objectives can be achieved otherwise the false dialogue will cause the cruel behavior.

Disputed matters can be solved by dialogue as Holy Prophet (ﷺ) treated polytheisists, disbeleivers and partially people of book and sabaean in Makkah.

In madni life mostly people of book were dealt with in which dialogue, contracts,pronotes are noteworthy .

In this paper I discussed the below given points:

*Dialogue its concept, background.

*Dialogue between Allah and Prophets.

*Dialogue between Allah and people through Prophets and angels.

*Dialogue between Prophets and their nations.

*Philosophy of dialogue and Prophet's method.

*Various ways of dialogue (signs, conversation, agreements, letters).

*Importance and necessity of dialogue, its philosophy according to Prophet's Method.

*Benefits and impacts of dialogue Etiquettes,benefits,impacts.

## لغوی اور اصطلاحی معنی

مکالمہ ایک خاص اصطلاح ہے جو عربی زبان کے سہ حرفی لفظ ک ل م سے مشتق ہے جس کا مطلب لفظ، بات، جملہ، قصیدہ یا خطبہ ہوسکتا ہے اور کلام کے معنی بات کے ہیں۔(۱)

اس سہ حرفی لفظ کے معانی مشہور لغوی ابن الفارس نے ''بات کرنا'' اور ''زخمی کرنا'' بیان کیے ہیں (۲)

گویا کہ بات کرنے والا اپنی بات سے دوسرے کو مجروح کرتا ہے۔جبکہ نواب صدیق حسن خان نے کہا کہ ک۔ل۔م کی خاصیت شدت اور قوت ہے (۳) اس سے ثلاثی مزید کالمہ یکالمہ مکالمۃ جس سے مراد گفتگو کرنا ہے اس کا سب سے اہم مترادف جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے وہ ''حوار'' ہے جو ایک جامع اصطلاح ہے جس کا تذکرہ آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔

مکالمہ جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے دو یا دو سے زیادہ باتوں سے وجود میں آتا ہے لہذا مکالمہ کے مختلف پہلوؤں کی مناسبت سے جائزہ لینا اہم ہے کہ مکالمہ صرف باہمی بات چیت کا نام ہے یا اس میں گفتگو کے علاوہ اور بھی مظاہر ہوسکتے ہیں عمومی طور پر کہا جاسکتا ہے اس کے مختلف مظاہر میں اشارہ (۴) خاموشی (۵) خطبہ (۶) وغیرہ بھی شامل کیے جاسکتے ہیں کیونکہ گفتگو کے جو اھداف مقرر کیے جاسکتے ہیں وہی اھداف ان تین مظاہر سے بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں گو کہ اس میں کمی بیشی ممکن ہے۔کہا جاسکتا ہے کہ مکالمہ اور اس کے مظاہر میں افکار و آراء کا منطقی اور مفید تبادلہ ہوتا ہے کیوں کہ اس میں سننے اور کہنے کی دونوں کیفیات پائی جارہی ہیں اور ان دونوں کی اہمیت کم نہیں کیوں کہ

تبادلہ افکار صرف کہنے سے نہیں ہوتا بلکہ اس میں سننے کی کیفیت کا پایا جانا بنیادی اہمیت کا حامل ہے

یعنی تبادلہ افکار صرف ایک فریق کی جھود کا نام نہیں بلکہ جتنے بھی فریق موجود ہیں ان سب کی عملی شرکت کا مظہر ہے خواہ وہ کہنے کی کیفیت میں ہو یا سننے کی کیفیت دونوں میں بہت ضروری ہے بصورت دیگر نہ تو اس کی کوئی منطقی بنیاد ہوگی اور نہ ہی اس کے اھداف حاصل ہوسکیں گے اور یہ عمل محض ایک تکلف ثابت ہوگا ۔ مزید برآنکہ تبادلہ افکار صرف بات چیت کا نام نہیں کیونکہ اس کے علاوہ بھی بہت سے مظاہر ہیں جن کا بیان دوسرے باب میں کیا جائے گا

مکالمہ خواہ وہ بین المذاہب ہو یا عمومی، اگر ایک فریق زیادہ طاقت اور وسائل رکھتا ہے تو وہ اس مرحلے میں دوسرے کے افکار سننے کی زحمت نہیں کرتا بلکہ صرف اپنی بات کہنے کو ترجیح دیتا ہے اور سننے کی ذمہ داری مقابل فریق پر ڈال دیتا ہے یہ عمل مکالمہ نہیں صرف اپنی گفتگو سنانے کا نام ہے۔ قرآن مجید نے مکالمہ کے ان دو بنیادی عناصر کو بیان کرتے ہوئے کہا:

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئك هداهم الله و اولئك هم اولوالالباب(۷)

پس میرے بندوں کو بشارت دے دو جو بات سنتے ہیں اور پھر اس میں بہترین کو چن لیتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔

مکالمہ کے مفہوم کے بارے میں سطور سابقہ کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے

۱۔ مکالمہ کا مفہوم افکار و آراء کا منطقی و مفید تبادلہ ہے

۲۔ افکار کے منطقی تبادلے کی حقیقی بنیاد دو عناصر رہے اول کہنا اور دوم سننا

۳۔ تہذیب و تمدن کی بنیاد دو امور پر ہے اول مفہوم حیات اور دوم بہتر حیات کی اقدار و مقاصد

ان نکات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو فریق کے مابین گفت و شنید کے لیے نکتہ سوم بنیاد بن سکتا ہے یعنی مطلوبہ اقدار و مقاصد کے بارے میں مختلف مذاہب اور اقوام کے مابین مشترک تصورات اس کی بہترین اساس بن سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ امر متفقہ ہے کہ مکالمہ ہمیشہ متفقہ پہلوؤں اور مشترکہ نکات کے تعین کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

تہذیبوں کے مابین مشترکہ نکات پر کم سے کم اتفاق بہتر زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا انبیاء کے ساتھ مکالمہ

مکالمہ کے مفہوم کی وضاحت کے بعد اس کے تاریخی اور اسلامی پس منظر کے حوالے سے سب سے اہم امر اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء و رسل کے ساتھ مکالمہ اور اس کے آداب و کیفیات کا وجود ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

انبیاء و رسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مکالمے پر چند آیات درج ذیل ہیں:

### اللہ تعالیٰ اور سیدنا آدم علیہ السلام کے مابین مکالمہ

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْظَّالِمِينَ. فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ فَتَلَقَّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَفَرواْ وَكَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا أُولَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٨)

پھر ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے، ہم نے حکم دیا کہ "اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھیرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے"۔ اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا کیوں کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے، ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر جو میری طرف سے ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے

والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے علاوہ سورۃ الاعراف کی آیات نمبر ۱۹ تا ۲۵ اور سورۃ طہٰ کی آیات نمبر ۱۱۷ تا ۱۲۴ بھی قابل ذکر ہیں

**اللہ تعالیٰ کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ**

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْناً وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَداً آمِناً وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلاً ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (۹)

یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ابراہیم نے عرض کیا: اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے''؟ اس نے جواب دیا: میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبے) کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ابراہیم جہاں عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو، اور ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی تھی کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو، اور یہ کہ ابراہیم نے دعا کی: اے میرے رب، اس شہر کو امن کا شہر بنادے، اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں، انہیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔جواب میں اس کے رب نے فرمایا: اور جو نہ مانے گا دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اسے بھی دوں گا، مگر آخر کار اسے عذاب جہنم کی طرف گھسیٹوں گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

اس کے علاوہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۳۱ اور ۲۶۰ اہم ہیں

### اللہ تعالیٰ کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوتَى بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلاَّ سِحْرٌ مُّبِينٌ (١٠)

پھر تصور کرو اس موقع کا جب اللہ فرمائے گا کہ: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، تو میرے حکم سے مٹی کا پتلا پرندے کی شکل کا بناتا اور اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، تو مُردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا، پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ ان میں سے منکر حق تھے انہوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ سورۃ المائدہ کی آیات نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۹ قابل ذکر ہیں

### اللہ تعالیٰ کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتاً وَاجْعَلُواْ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالاً فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّواْ عَن سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُواْ حَتَّى يَرَوُاْ الْعَذَابَ الأَلِيمَ قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلاَ تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ (١١)

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لئے مہیا کرو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھیرالو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو بشارت دے دو۔ موسیٰ نے دعا کی اے میرے رب، تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال سے نواز رکھا ہے، اے رب، کیا یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے رب، ان کے مال غارت کردے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا،تم دونوں کی دعا قبول کی گئی ،ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے طریقے کی ہرگز پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

وَمَا أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَى قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَى أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (١٢)

اور کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی موسیٰ؟ اس نے عرض کیا وہ بس میرے پیچھے آ ہی رہے ہیں، میں جلدی کر کے تیرے حضور آ گیا ہوں اے میرے رب، تاکہ تو مجھ سے خوش ہو جائے، فرمایا: اچھا تو سنو! ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر ڈالا۔

اس کے علاوہ سورۃ طہٰ کی آیات نمبر ۱۱ تا ۴۸ اور سورۃ الشعراء آیات نمبر ۱۰ تا ۱۷ اور سورۃ النمل آیات نمبر ۸ تا ۱۲ اہم ہیں

### اللہ تعالیٰ کا سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ

وَنَادَى نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ وَأُمَمٌ

سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (۴۸)

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز وہ چیز نہیں مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے نوح نے کہا کہ اے میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم نہ ہو اگر تو مجھے نہ بخشے اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ فرما دیا گیا کہ اے نوح ہماری جانب سے سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

عمومی طور پر قرآن مجید کی بے شمار آیات اس حوالے سے نقل کی جا سکتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا انبیاء و رسل کے ساتھ مکالمہ کا ذکر ہے یہ چند آیات بطور نمونہ نقل گئی ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے مابین حوار اور گفت و شنید کی کیفیات موجود تھیں اگر کسی رسول یا نبی کو ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے مکالمہ کی راہ اختیار کی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ساتھ اپنے تعلق کی وجہ سے انہیں کسی موقع پر اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ ہر مرحلہ اور ہر موقع پر رہنمائی مہیا کی اور ان مکالمہ جات میں سب سے اہم امر یہ نظر آتا ہے کہ کسی بھی مرحلہ پر نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم کی کیفیت نظر آتی ہے اور نہ ہی رسولوں کی جانب سے بحث برائے بحث کا انداز ملتا ہے بلکہ حکم کے سامنے اطاعت و تسلیم کا رویہ سامنے آتا ہے اگر کسی مقام پر کوئی حکم سمجھ میں نہیں آیا تو اس کے بارے میں استفسار بھی انتہائی احترام و تعظیم کے ساتھ کیا گیا اور سبب واضح ہونے کے بعد قلب کی گہرائیوں کے ساتھ اسے تسلیم کیا۔

مکالمہ جات میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ دو فریقین کے مابین جب کسی موضوع پر بات ہو اور کسی ایک فریق پر حق واضح ہو جائے تو پھر اسے ہٹ دھرمی اور ضد زیب نہیں دیتی بلکہ اسے تسلیم کر لینے میں ہی اس کی عزت ہے

دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ مخالف فریق خواہ درجہ میں بڑا ہو اگر کسی مقام پر ضرورت محسوس ہو تو استفسار کیا جا سکتا ہے لیکن آداب ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہیں۔مکالمہ کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ کسی بھی موضوع کے بارے میں تصورات واضح ہو جاتے ہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراحت آنے کے بعد فورا استغفار اور رجوع کی راہ اختیار کی۔

## اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے ساتھ مکالمہ بواسطہ رسل یا ملائکہ

اللہ تعالیٰ نے جہاں رسولوں اور انبیاء کے ساتھ مکالمہ جات کا سلسلہ جاری رکھا وہاں عام انسانوں کے ساتھ بھی مکالمے کیے گو کہ ان مکالموں میں براہ راست گفت وشنید کی کوئی کیفیت نہیں بلکہ بواسطہ رسول یا فرشتہ ممکن ہوئے۔جیسا کہ درج ذیل آیات اس امر پر شاہد ہیں:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْن (۱۴)

اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں،تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے،میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔یہ بات تم انھیں سنادو،شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔

يَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْم (۱۵)

لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر رشتے داروں پر،یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔اور جو بھلائی بھی تم کرو گے،اللہ اس سے باخبر ہوگا۔

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ
حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ وَمِنَ الإِبْلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الأُنثَيَيْنِ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاء إِذْ وَصَّاكُمُ اللّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّهِ كَذِباً لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ قُل لاَّ أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (١٦)

یہ آٹھ نر و مادہ ہیں، دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے، اے محمدؐ! ان سے پوچھو کہ اللہ نے ان کے نر حرام کئے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں؟ ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور اسی طرح دو اونٹ کی قسم سے ہیں اور دو دو گائے کی قسم سے، پوچھو، ان کے نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے جو اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہوں؟ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے ان کے حرام ہونے کا حکم دیا تھا؟ پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی بات کہے تاکہ علم کے بغیر لوگوں کی غلط راہ نمائی کرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کے کھانے والے پر حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو جو کہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

درج بالا آیات سے ہمیں مکالمہ کی ایک اور کیفیت معلوم ہوتی ہے جس میں اللہ تعالی اپنی مخلوق سے بواسطہ رسل یا فرشتے بات چیت کرتا ہے۔ یعنی مخلوق کے غلط عقائد اور اوہام کی بیخ کنی کے لیے مخلوق کو مخاطب کیا جس سے مکالمہ کی ایک صورت سمجھ میں آتی ہے کہ فریقین کے مابین کوئی غلط فہمی موجود ہو تو اسے زائل کرنے کے لیے بات چیت اور گفتگو کے اسلوب کو استعمال کرنا ہی بہتر

اور احسن ہے۔ جبکہ قرآن مجید کی بعض آیات سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کے ساتھ مخاطبت اپنے فرشتوں کے ذریعے بھی کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی آمد صرف انبیاء پر نہیں ہوتی گوکہ اس میں عموم نہیں پایا جاتا جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

إِذْ قَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهاً فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَمِنَ الصَّالِحِينَ قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكِ اللّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ (۱۷)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسٰی ابن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہوگا، یہ سن کر مریم بولی: پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ جواب ملا، ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے۔

اسی طرح کی کیفیات سورۃ ھود آیات نمبر ۶۹ تا ۷۴، ۸۰ تا ۸۱، سورۃ الحجر آیات نمبر ۵۱ تا ۶۶، سورۃ مریم آیات نمبر ۱۶ تا ۲۱، سورۃ العنکبوت آیات نمبر ۳۱ تا ۳۴ اور دیگر کثیر آیات میں بیان کی گئی ہیں

## انبیاء کا اپنی اقوام کے ساتھ مکالمہ:

مکالمہ یعنی بات چیت کے ضمن میں سب سے زیادہ اہم مرحلہ وہ نظر آتا ہے جب قرآن مجید ان مواقع کی منظر کشی کرتا ہے جب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کو مخاطب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اس مخاطبت میں ان کے مدنظر اصلاح کا پہلو تھا وہ اصلاح جس کا تعلق ان کی پوری حیات سے تھا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی اقوام کے ساتھ مکالمہ کی کیفیات کو قرآن مجید نے بہت تفصیل

سے بیان کیا ہے کیوں کہ اس کا تعلق دعوت اسلام وتوحید سے ہے تا کہ ہر دور کے داعی حضرات ان احوال وکیفیات کو مدنظر رکھیں اور فریضہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا قیام تا قیامت ممکن ہو سکے اور اس میں کسی بھی دور میں کوئی تعطل یا رکاوٹ آڑے نہ آسکے۔ جن انبیاء کرام کی اپنی اقوام کے ساتھ گفتگو کو نقل کیا گیا ہے ان میں سیدنا ابراہیم، سیدنا شعیب، سیدنا صالح، سیدنا لوط، سیدنا موسیٰ، سیدنا نوح، سیدنا ھود علیہم السلام قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ جن کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ بغیر نام کے کیا گیا ہے ہم بطور مثال چند آیات کا ذکر کریں گے تا کہ اندازہ ہو سکے کہ اس میں مکالمہ کی کیا کیفیات اور اسالیب موجود تھے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ(۱۸)

اور انہیں ابراہیم کا قصہ سناؤ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ ”یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا میں ہم لگے رہتے ہیں اس نے پوچھا کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو ؟ یا یہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔

سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی:

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ وَمَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِن نَّظُنُّكَ لَمِنَ

الْكَاذِبِينَ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفاً مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ
قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ (۹۱)

جب شعیب نے ان سے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں ۔میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اور اس ذات کا خوف کرو جس نے تمھیں اور گذشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔انہوں نے کہا تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے اور تو کچھ نہیں مگر ایک انسان ہم ہی جیسا،اور ہم تو تجھے بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادے۔شعیب نے کہا میرا رب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین مکالمے خاصی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ گفتگو دو انتہائی مختلف نظریات کے حاملین کے درمیان ہوئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام نے اپنی اقوام کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جس میں تہذیب،اخلاق اور احترام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی وحدانیت کو ہی مخالف فریق تک پہنچایا گیا بلکہ اس کے غلط نظریات کی شدت سے نفی کی جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي
إِسْرَائِيلَ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيداً وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ
وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذاً وَأَنَا
مِنَ الضَّالِّينَ فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْماً
وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي
إِسْرَائِيلَ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إن كُنتُم مُّوقِنِينَ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا
تَسْتَمِعُونَ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ
الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا
بَيْنَهُمَا إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَهاً غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ

مِنَ الْمَسْجُونِينَ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ قَالُوا أَرْجِهِ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ قَالَ لَهُم مُّوسَى أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ(۲۰)

فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو، ہم کو رب العالمین نے اس لئے بھیجا ہے کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے، فرعون نے کہا ''کیا ہم نے تجھ کو اپنے ہاں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں گزارے، اور اس کے بعد کر گیا جو کچھ کہ کر گیا، تو بڑا احسان فراموش آدمی ہے، موسیٰ نے جواب دیا ''اس وقت وہ کام میں نادانستگی میں کر دیا تھا پھر تمہارے خوف سے بھاگ گیا، اس کے بعد میرے رب نے مجھ کو علم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں شامل فرمالیا، رہا تیرا احسان جو تو نے مجھ پر جتایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا تھا'' فرعون نے کہا ''اور یہ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟'' موسیٰ نے جواب دیا'' آسمانوں اور زمین کا رب اور ان سب چیزوں کا رب جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں، اگر تم یقین لانے والے ہو'' فرعون نے اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے کہا'' سنتے ہو؟'' موسیٰ نے کہا'' تمہارا رب اور تمہارے ان آباؤ اجداد کا رب بھی جو گزر چکے ہیں''۔ فرعون نے (حاضرین سے) کہا ''تمہارے یہ رسول صاحب جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں بالکل ہی پاگل معلوم ہوتے ہیں'' موسیٰ نے کہا'' مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب، اگر آپ لوگ کچھ عقل رکھتے ہیں'' فرعون نے کہا'' اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دوں

گا جو قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔''موسیٰ نے کہا''اگر چہ میں لے آؤں تیرے سامنے ایک صریح چیز بھی؟فرعون نے کہا''اچھا تو لے آ اگر تو سچا ہے''۔(اس کی زبان سے یہ بات نکلتے ہی)موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک صریح اژدہا تھا۔پھر اس نے اپنا ہاتھ (بغل سے) کھینچا اور وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا۔فرعون اپنے گردوپیش کے سرداروں سے بولا یہ شخص یقیناً ایک ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دے اب بتاؤ تم کیا حکم دیتے ہو۔انہوں نے کہا، اسے اور اس کے بھائی کو روک لیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے کہ ہر سیانے جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔چنانچہ ایک مقرر وقت پر جادوگر اکٹھے کر لئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا تم اجتماع میں چلو گے؟شاید کہ ہم جادوگروں کے دین ہی پر رہ جائیں اگر وہ غالب رہے۔جب جادوگر میدان میں آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا ہمیں انعام تو ملے گا اگر ہم غالب رہے؟اس نے کہا ہاں اور تم اس وقت مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔موسیٰ نے کہا پھینکو جو تمہیں پھینکنا ہے۔انہوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور بولے فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے۔

## مکالمہ کا فلسفہ ضرورت اور اسلوب اُسوہ حسنہ ﷺ کی روشنی میں

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دین اور مذہب میں اختلاف کے باعث انسانی معاشرہ کبھی بھی امن وامان کو برقرار نہیں رکھ سکا کیونکہ ہر گروہ نے اپنے زعم کے مطابق اپنی سچائی اور حق کو اپنے ساتھ خاص کر لینے کی وجہ سے جارحیت پر مبنی رویہ اختیار کیا جس کا منطقی نتیجہ مخالف فریق کو غلط ثابت کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا جس سے تاریخ کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس کا سبب وہ انتہا پسندی پر مبنی تعلیمات اور بغض وعناد تھا جن کو ہر مذہب کے رہنماؤں نے عام رعب و دبدبہ پھیلانے کے لیے دوسرے مذاہب کے خلاف اختیار کیا۔اس کے برعکس اسلام اپنے ماننے والوں کے لیے تو امن وسلامتی کا ضامن ہے ہی غیر مسلم اس کی حدود میں مقیم ہو کر امن وسلامتی کے حقدار ہیں اور اگلے مرحلے میں پوری کائنات امن وسلامتی کی مستحق ہے۔

یہ امر عین فطرت ہے کہ اعتقادات کے سلسلے میں لوگوں کے مابین اختلافات فطری امر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا
مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (۲۱)

بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں پر ہی چلتے رہیں گے اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے۔ اسی آزادی انتخاب واختیار کے لئے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسان سب سے بھر دوں گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (۲۲)

گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان والے نہ ہوں گے

اور اسی بناء پر مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ فرد مخالف سے بھی بغض وعناد رکھنا جرم ہے اور انہیں ایذاء پہنچانا منع ہے اور سب سے اہم اور روشن پہلو یہ ہے کہ اسلام نے کبھی اپنے متبعین سے یہ نہیں کہا کہ کسی بھی فرد کو اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کریں اور اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرمایا:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۳)

دین کے بارے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے۔

بلکہ ایک مقام پر فرمایا کہ:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ
النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۲۴)

اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن وفرمانبردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ یعنی اے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہ تو آپ کی استطاعت میں ہے اور نہ ہی اس

رسالت کے فرائض میں سے ہے کہ تم لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرو۔

اور اسی امر کی بناء پر مسلمانوں نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ تعلقات قائم کیے چنانچہ جس ملک کو فتح کرتے وہاں کے باشندوں کو جزیہ کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ ان کو اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت دے دیتے تھے بلکہ اس جزیہ کے بدلے میں ان کی حفاظت بھی کیا کرتے تھے ان کے عقائد ان کی مذہبی رسومات اور عبادت گاہوں میں کوئی تعرض نہیں کیا کرتے تھے ۔اور ایک حیران کن امر یہ بھی ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کو وہ آزادی دی جو خود اس نے مسلمانوں کو نہیں دی چنانچہ مسلمانوں کیلئے شراب کو حرام قرار دیا مگر غیر مسلموں کو اجازت دی۔

یعنی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ تعلقات کا قیام مکالمہ کی اصل بنیاد ہے کیونکہ تعلقات کے قائم رہنے کی صورت میں ہی دعوت اسلام کا ابلاغ ممکن ہے اور اسی وجہ سے اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ ایسے مذہبی مباحثہ اور مجادلہ کو جائز قرار دیا ہے جس کی بنیاد عقل اور منطق پر ہو اور اس کا انحصار مخاطبین کو بہترین طریقہ کے ذریعے مطمئن کرنا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (۲۵)

اور اہل کتاب کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو مگر ان کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں اور صاف اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں بلکہ حسن مجادلہ کو اس طرح بیان کیا کہ:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۲۶)

اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور راہ یافتہ وگوں سے بھی واقف ہے۔

حکمت سے مراد وہ طریقہ گفتگو ہے جس میں مخاطب کے احوال کی مناسبت کے اعتبار سے

تدابیر اختیار کی جائیں جو اس کے دل پر اثر انداز ہو سکیں اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ خیر خواہی و ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ بات کہی جائے اور اس کا عنوان بھی نرم ہو دل خراش اور توہین آمیز نہ ہو ۔اور اگر اس دوران بحث و مباحثہ کی نوبت آبھی جائے تو وہ شدت اور خشونت سے اور مخاطب پر الزام تراشی اور بے انصافی سے خالی ہونا چاہیے پھر اس تحقیق میں نہیں پڑنا چاہیے کہ کس نے مانی اور کس نے نہیں مانی یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔

درج ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاملات کی نوعیت کو غیر مسلموں کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ(۲۷)

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں کوئی لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن بھی نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ تو تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں کی اور تمہیں دیس سے نکال دیا اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ یقیناً ظالم ہیں۔

پس ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو مخالف مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ عدل کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ برو احسان کا حکم بھی دیا۔مکالمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عداوت اور بغض کے مقابلے میں صلح جوئی اور محبت کی تلقین کی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۲۸)

کیا عجب کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر

دے اللہ تعالی کو سب قدرتیں ہیں اور اللہ تعالی بہت غفور ورحیم ہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام نے بات چیت کے ابتدائی مرحلہ میں ہی ایسے تمام خیالات اور اوہام کی شدت کے ساتھ نفی کی ہے جن کی بنیاد کسی بھی قسم کے تعصب یا حق کی مخالفت پر ہو۔

کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے دیکھا جائے تو قرآن مجید کے حقائق کی تائید بلکہ اس کی انتہائی خوبصورت توضیح بھی ملتی ہے جیسا کہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

**لاتحد ث الباطل فیمقتوك ولاتحدث الحکمة للسفهاء فیکذبوك**

**ولاتمنع العلم اهله فتأثم ولاتضعه فی غیر اهله فتجهل ان**

**علیك فی علمك حقا کما ان علیك فی مالك حقا(۲۹)**

داناؤں کے سامنے بے سروپا بات نہ کیا کرو ورنہ وہ خفا ہو جائیں گے کم عقل سے اونچی بات نہ کرو ورنہ وہ تمہاری تکذیب کرے گا علم کے اہل کو علم سے محروم نہ رکھو یہ معصیت ہے نااہل سے علمی گفتگو نہ کرو ورنہ وہ تمہی کو جاہل کہے گا علم ہو یا دولت تم پر دونوں کے کچھ حقوق ہیں اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا: جب تم لوگوں کے سامنے ایسی گفتگو کرو گے جو ان کی فہم سے باہر ہو تو وہ کچھ لوگوں کے لیے فتنہ بن جائے گی (۳۰)۔

اس جیسی بے شمار عمومی احادیث اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ بات چیت خواہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو ان میں کچھ آداب وقواعد کا مدنظر رکھنا از حد ضروری ہے۔

المختصر دو افراد یا دو اقوام یا دو مذاہب کے ماننے والوں کے مابین جب بھی مکالمہ کی نوبت آئے تو ان امور کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے اور ان قواعد و آداب کا تعلق صرف مکالمہ کے اخلاقی پہلو سے ہے بلکہ اس کی ضرورت واہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ایسا ہونا ناممکن ہے کہ کوئی قوم یا اہل مذہب باقی دنیا سے کٹ کر الگ تھلگ ہو کر زندگی گزار سکیں۔ یہ تعلقات عین فطری ہیں اور مسلمان تو بین الاقوامی سچائیوں کا حامل ہے جس کے پاس علوم نبوت کے انوار موجود ہیں جسے ہر صورت میں دنیا تک پہنچانا ہے وہ خیر کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ تو اپنی ذات سے بڑھ کر دوسرے مذاہب کے لیے اس خیر کا حریص ہوتا ہے۔ اور یہ عالمی وسماوی ھدف اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب مکالمہ ممکن ہو۔

مکالمہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ واحد امر ہے جو ممکنہ جنگ وجدل کی راہ میں حائل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اختلافات کو گفتگو سے بھی زائل کیا جاسکتا ہے اور جنگ وجدل اختلافات کے ابتدائی مراحل میں کسی بھی صورت میں مستحسن نہیں سمجھا گیا اس لئے کہ انتہائی آخری حل ہے۔

یہاں ایک بات بہت اہم ہے کہ اختلافات میں مکالمہ کے ذریعے صرف وقت کا ضیاع ہو رہا ہو یعنی اگر ایک فریق کی بدنیتی ظاہر ہو جائے کہ وہ صرف وقت ضائع کر رہا ہے تاکہ اپنی دوسری تیاریاں مکمل کر سکے تو ایسے مکالمہ سے اجتناب بہتر ہے۔

## مکالمہ کی معروف صورتیں

مکالمہ کے مکمل تعارف فوائد اور تاریخی پس منظر کے بیان سے بعد اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا انسب معلوم ہوتا ہے کہ مکالمہ صرف آمنے سامنے بیٹھ کر بات چیت کو کہتے ہیں حقیقت تو یہ ہے تبادلہ افکار کا حصول ایک سے زائد ذرائع سے ممکن ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا۔ مکالمہ کے ممکنہ ذرائع درج ذیل ہیں ان ذرائع کی ترتیب اس اعتبار سے ہے کہ سب سے کم اہمیت کا حامل سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اہم اور معروف آخر میں بیان کیا جائے گا۔ ۱۔ اشارہ، ۲۔ رسائل و وثائق، ۳۔ معاہدات، ۴۔ مذاکرات، ۵۔ گفتگو۔

یہ بات واضح رہے کہ مکالمہ کی پانچ اشکال سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ سب الگ الگ استعمال ہوتی ہیں بلکہ حسب ضرورت ان سب کا آپس میں ربط موجود رہتا ہے یعنی گفتگو کے دوران اشارہ کا استعمال یا رسائل و وثائق کا وسیلہ یا نتیجہ میں گفتگو کا حصول وغیرہ وغیرہ

### ۱۔ اشارہ

مکالمہ میں اولین صورت اشارہ ہے جسے عربی زبان میں کلام کا حصہ شمار کیا جاتا ہے (۳۱) اور اسے کلام کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات یہ کلام سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے اور اشارہ صرف ہاتھ سے نہیں بلکہ اس میں مکمل جسم کی حرکات شامل ہیں جسے ہم جدید علوم میں ☆ باڈی لینگوئج یا نن وربل سٹڈیز کے نام سے جانتے ہیں اور اس کا اولین مظہر ہاتھ ہوتا ہے اس کے علاوہ آنکھیں، چہرہ اور پھر باقی جسم۔ اس بات کی تائید تو قرآن مجید اور احادیث سے بھی ملتی ہے کہ روز قیامت ہمارے جسم کے اعضاء بات کریں گے اور گواہی دیں گے لیکن ہمارا موجودہ موضوع مکالمہ بذریعہ

اشارہ ہے اور جدید سائنس اس بات کو مکمل طور پر ثابت کرتی ہے۔ جیسا کہ مشہور انگریز گیسٹرس سائن نے ایک لغت مرتب کی جس کا نام ہی باڈی لنگویج رکھا اس لغت میں انہوں نے جسم کے مختلف اعضاء کی حرکات اور ان کے معانی بیان کیے۔ اس کے علاوہ اشاروں کی زبان باقاعدہ ایک بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے جو گونگے افراد کے لیے تبادلہ افکار کا اہم ذریعہ ہے۔

اشارہ کے ممکنہ مظاہر جو مکالمہ میں استعمال ہو سکتے ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ ہاتھ ۲۔ چہرہ ۳۔ آنکھیں

۴۔ زبان ۵۔ کاندھے ۶۔ بازو

۷۔ ٹانگیں اور پاؤں

اب ان میں سے ہر ایک کی ایک سے زائد حرکات ہیں جن کے الگ الگ مفاہیم ہوتے ہیں۔ اشاروں کی مذکورہ بالا کیفیات سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں باقاعدہ موجود ہیں مثلاً کسی فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا اور اس کا اظہار آپ کے چہرے کی رنگت سے ہونا یا اشارہ سے کسی کام سے روکنا اور اجازت دینا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے جب سیدہ مریم علیہا السلام عیسی علیہ السلام کی پیدائش کے بعد آپ کو قوم کے سامنے لے کر آئیں تو انہوں نے کہا:

يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا
فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (۳۲)

اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں۔

یہ کہنا بھی اشارے سے تھا زبان سے نہیں علاوہ ازیں ان کے ہاں روزے کا مطلب ہی کھانے اور بولنے سے پرہیز تھا (۳۳)

## ۲۔ رسائل و وثائق

مکالمہ میں اشارہ کے بعد اہم مرحلہ رسائل و وثائق کا ہے یہ مرحلہ مکالمہ کے حوالے سے دو اشکال پر محیط ہے

اول: مکالمہ سے قبل فریقین کے مابین گفت وشنید کے اصول وضوابط طے کیے جاتے ہیں جن میں مکالمہ کے موضوعات پر اختلافی مسائل اور نکات کا تعین کیا جاتا ہے

دوم: مکالمہ کے مکمل ہونے کے بعد جن امور پر اتفاق ہوتا ہے ان کو تحریر میں لایا جاتا ہے اور اس پر باقاعدہ گواہوں کا تقرر کیا جاتا ہے تاکہ کوئی بھی فریق اس سے منحرف نہ ہو سکے اور مکالمہ کے اهداف کا حصول ممکن ہو سکے۔

یہ دونوں کیفیات کبھی تو مکالمہ کے مقدمہ کی حیثیت سے سامنے آتی ہیں اور کبھی مکالمہ کے نتائج کی قطعیت کو بیان کرنے کے حوالے سے سامنے آتی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مکالمہ کے دوران بھی ان کا استعمال ہوتا ہے کہیں جزوی طور پر اور کہیں مکمل طور پر جیسے مکالمہ میں اشاروں کا عمل دخل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں مکالمہ کے حوالے سے مکاتیب ورسائل کا باقاعدہ ذکر تو نہیں ملتا لیکن کچھ واقعات ایسے ہیں جن سے استدلال کیا جاسکتا ہے اور احادیث مبارکہ میں تو اس کا کثرت کے ساتھ ذکر ہے چنانچہ مکاتیب نبوی سیرت طیبہ کا ایک بہت بڑا باب بن گیا ہے جس سے صرف مکاتیب نبوی اور رسائل ووثائق کے ذریعے عہد رسالت میں امور خارجہ اور بین الاقوامی تعلقات کا علم ہوتا ہے کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مذاہب اور افکار کے حاملین لوگوں کے ساتھ کن اصولوں کی بنیاد پر گفت وشنید کی اور ان میں مکاتیب ورسائل ووثائق کا کیا کردار رہا(۳۴)۔

## ۳۔ معاہدات

مکالمہ کے اہم ذرائع میں سے معاہدات بھی ہیں یعنی بعض اوقات آمنے سامنے بیٹھ کر بات کیے بغیر ہی اختلافی مسائل کو حل کرنا اور متنازعہ مسائل پر تحریر اور سفراء کے ذریعے موجودہ اختلافات کو زائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس امر کی جتنی اہمیت زمانہ قدیم میں تھی اس سے کہیں زیادہ عصر حاضر میں ہے کیونکہ اس کے ذریعے فریقین کے مابین تنازعات کو حل کیا جاتا ہے اور جو اہمیت مکاتیب ورسائل کی ہے معاملات کے تعین میں اتنی ہی اہمیت معاہدات کی ہے کیونکہ ان کا تعلق عہد نامہ اور میثاق سے ہے اور ان کی حیثیت اسلام میں اس طرح ہے کہ جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں آپ کا فرمان ہے: ولا دین لمن لا عھد لہ، (۳۵)

کیونکہ معاہدات ہی واحد وسیلہ ہیں جو پر امن طریقوں پر باہمی تعلقات کو استوار کرنے کے لیے آپس کے جھگڑے اور پیچیدہ مسائل طے کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۴۔ مذاکرات

مکالمہ میں چوتھی اہم صورت مذاکرات کی ہے جس میں فریقین براہ راست آمنے سامنے گفت وشنید کرتے ہیں اور اس میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں فریقین کے درمیان سفیر یا خط وکتابت کی صورت میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ مکالمہ میں اصل فریقین کے ساتھ ان کے وزراء اور مشیر ضرور ہوتے ہیں جو ان کی معاونت کا کام کرتے ہیں۔ لہذا یہ سب سے اہم صورت ہے جس میں مکالمہ کی سب سے معروف صورت وجود میں آتی ہے۔ اور ان مذاکرات میں جن موضوعات پر بات کی جاتی ہے وہ پہلے ہی سے ایجنڈے میں شامل کر لیے جاتے ہیں اور پھر فریقین معاملہ کے حل کے لیے اس پر بحث ومباحثہ کرتے ہیں اور اپنے اپنے حق میں دلائل کا استعمال کرتے ہیں۔

مذاکرات کا وجود بہت قدیم ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ دو افراد یا دو اقوام کے مابین مختلف فیہ مسئلہ کے حل کے لیے سب سے زیادہ آسان طریقہ مذاکرات کا ہے جسے پاکستان میں پنچائیت کے نام سے جانا جاتا ہے اور بسا اوقات ان مذاکرات میں کسی کو ثالث بھی مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس متنازعہ معاملات کا حل بھی تلاش کیا جائے صرف بحث مباحثہ میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔ حیات طیبہ سے بھی ہمیں مذاکرات کا تصور ملتا ہے جیسے صلح حدیبیہ وغیرہ جس کی تفصیل آئندہ موضوع میں بیان کی جائے گی۔

۵۔ گفتگو

ابتدائی اشکال کے بعد آخری شکل گفتگو کی ہے جو مکالمہ کی عملی صورت کی حیثیت رکھتی ہے یعنی اگر کوئی لفظ مکالمہ استعمال کرے تو فورا گفتگو کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ گفتگو کے حوالے سے یہ واضح رہے کہ یہ لفظ مکالمہ کا مترادف نہیں ہے۔ کیوں کہ مکالمہ دو افراد کے مابین بات چیت کا نتیجہ ہے جس میں کہنے اور سننے کی کیفیات پائی جاتی ہیں جبکہ گفتگو میں جزوی طور پر یہ کیفیات پائی جاتی

ہیں کہ کبھی کبھار اس میں صرف کہنے کی کیفیت پائی جاتی ہے یعنی غالب فریق صرف کہتا ہے اور سننے کی کیفیت نہیں ہوتی ۔لیکن زبان حال سے ابتداء ہونے کے بعد عملاً زبان مقال کا مرحلہ کم اہمیت کا حامل نہیں کہ کلام پر دسترس رکھنے والے افراد اپنی گفتگو کی بنیاد پر ہی غلبہ حاصل کرتے ہیں بلکہ بعض افراد کی گفتگو میں جادو جیسا اثر ہوتا ہے ۔اس پر آداب اور شروط کے باب میں بیان کیا جائے گا کہ گفتگو کا محور کیا ہونا چاہیے۔

## مکالمہ کا بنیادی فلسفہ اسوہ حسنہ کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں کائنات کے لیے باعث رحمت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مربی، معلم، قائد اور عادل حکمران تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مساعی دنیا میں امن و امان کے قیام سے تعلق رکھتی ہیں اس میں عمومی طور پر فاتحین میں پائے جانے والے منفی تصورات کا کوئی عمل دخل نہیں۔کائنات میں امن و امان کے قیام کے لیے آپ نے مخالفین کے تمام تر مصائب وشدائد اپنی ذات پر برداشت کیے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی مخالف سے انتقامی رویہ اختیار نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن عالم کے لیے پرامن مساعی کی راہ اختیار کی یعنی جنگ یا قتال کا مرحلہ کہیں بھی اختیاری نہ تھا بلکہ اجباری کیفیات کے ساتھ آپ کے سامنے آیا اور یہی سب سے بڑی دلیل ہے آپ نے دیگر تمام مذاہب والوں کو مکالمہ یعنی بات چیت کے ذریعے ہی اسلام کا پیغام امن پہنچایا۔خواہ وہ نصاری ہوں یا یہود یا مشرکین مکہ وغیرہ سیرت طیبہ کے بے شمار مواقف اس امر پر شاہد ہیں (۳۶) لیکن اگر کسی فریق نے جارحیت مسلط کی تو اپنے دفاع میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ۔جیسا کہ مختلف غزوات میں کفار مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا (۳۷) اسوہ حسنہ کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ملک کے تعلقات دوسرے ملک کے ساتھ امن کی بنیاد پر ہونے چاہییں تا کہ ان کے درمیان منافع اور تعاون کا تبادلہ بآسانی ہو سکے اور نوع انسانی اپنے کمال تک پہنچ سکے۔اور یہ بھی کہ رشتہ امن سوائے اس کے کہ ناگزیر ہو جائے یا اختلافات ختم کرنے کے حوالے سے تمام ذرائع ناکام ہو جائیں تو اسے کاٹنے کی اجازت نہیں دی جائے۔عملی محاربت سے قبل کے ذرائع یعنی مکالمہ کو مستحسن سمجھا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ معاملات ان کے ذریعے ہی حل کیے جائیں۔

اسی وجہ سے مسلمانوں کے تعلقات غیر مسلموں کے ساتھ باہم امن اور سلامتی پر استوار کرنے کو ترجیح دی گئی لیکن اس میں اہل اسلام کا مقام مغلوبیت کا نہیں بلکہ الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ (۳۸) کی کیفیت میں ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ اس امر کی ممانعت کی کہ کسی بھی فرد کو صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر قتل کیا جائے بلکہ یہ حکم دیا کہ اپنے مخالفین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ منافع بخش امور میں تبادلہ خیال کریں اور یہ حکم اللہ تعالی کے اس قول سے واضح ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۳۹)

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں کوئی لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن بھی نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالی تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالی تو انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا (۴۰)

پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے معاملہ سلامت روی کا رکھیں تو اللہ تعالی نے تم کو ان پر قتل کی کوئی راہ نہیں دی۔

اسلام امن وامان کا از حد خواہاں ہے اور یہ امر اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۴۱)

اے ایمان والو تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج مساعی برائے امن عامہ اس آیت پر مبنی تھا:

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ (۴۲)

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو اجازت ہے کہ اگر اسی میں مصلحت دیکھیں تو اس طرف جھک جائیں

یہ آیت امن وسلامتی کے لیے مکالمہ کا دروازہ کھول دیتی ہے اور زمانہ کے مروجہ اصولوں کے مطابق اسلام کی نشر واشاعت کے لیے ممکنہ ذرائع استعمال کیے جائیں۔ مکالمہ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا بنیادی فلسفہ اسلام کی دعوت کو پر امن ذرائع سے پھیلانا اور غالب کرنا ہے

## ☆ مکالمہ کے آداب، فوائد اور اثرات

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مکالمہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ مسائل اور اختلافات کے حل کے لیے یہ واحد طریقہ ہے اس کی بنیاد قرآن مجید کی تین آیات اور کچھ احادیث ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

فریقین کے مابین مکالمہ کی تحدید کچھ قواعد اور آداب سے کی جاتی ہے جو کتاب وسنت سے اخذ کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ادب واحترام کی فضا کو قائم رکھنا
۲۔ اظہار حق کو اصل ہدف بنانا
۳۔ تناقضات سے اجتناب لازم رکھنا
۴۔ غرور وتکبر پر مبنی رویے اختیار نہ کرنا
۵۔ گفتگو کو سچائی وصداقت پر مبنی رکھنا
۶۔ دعوی پر دلیل کا طلب کیا جانا
۷۔ مکالمہ کی بنیاد علم پر ہونا

### ۱۔ ادب واحترام کی فضا قائم رکھنا

اسلام وہ واحد دین ہے جس کے تمام احکامات کے پس منظر میں قوت نافذہ کے طور پر اخلاقی تعلیمات کارفرما ہوتی ہیں۔ اور اخلاقی تعلیمات کا خلاصہ احترام انسانیت ہے جس کا ایک

معروف مظہر بنیادی انسانی حقوق ہیں جن کا اعلان قرآن مجید اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جا بجا نظر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کائناتی سچائی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (۴۳)

بے شک مجھے مکارم اخلاق مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا

اور انہی اخلاقی تعلیمات میں سے اہم ضابطہ جو مکالمہ میں اساسی حیثیت کا حامل ہے کہ کسی بھی موضوع پر کبھی فریقین کے مابین اتفاق نہیں قائم ہو سکتا جب تک ان کے درمیان ادب واحترام کی فضا قائم نہ ہو اور اسوہ حسنہ سے ہمیں بے شمار واقعات ملتے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ادب واحترام کی یہ کیفیت کائنات میں ہر مخلوق کے لیے تھی خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو معاشرے میں باہمی احترام کی فضا کو قائم کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (۴۴)

وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا رویہ نہیں اختیار کرتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا۔

اس اعتبار سے مکالمہ سے قبل اور بعد میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں ادب و احترام کی فضا مکالمہ کے مقاصد کے حصول کے لیے لازمی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو صرف وقت کا ضیاع اور مکالمہ کے نتیجے میں طے پانے والے معاہدات کی عدم پابندی کے امکانات موجود رہتے ہیں جیسا کہ مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا تھا جو مکالمہ کے نتیجے میں طے پایا تھا اس کی مخالفت کچھ ہی عرصہ بعد کفار کی جانب سے ہوگئی تھی۔ (۴۵)

جس کی سب سے بڑی وجہ ان کی جانب سے احترام کا نہ دیا جانا تھا اور یہ واضح رہے کہ ادب واحترام صرف اسی لیے ضروری نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں یہ حقیقت پائی جاتی ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے وجود کو تسلیم کرتا ہے وگرنہ جہاں اختلافات ہوں بسا اوقات کسی ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

یہی کیفیت ہندوستان میں برطانوی استعمار کے دوران مسلمانوں کے ساتھ پیش آئی تھی کہ

وہ مسلمانوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے تھے کیوں کہ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے ہی چھینی تھی۔
مکالمہ میں ادب و احترام کے حوالے سے اسلام نے جو تعلیمات عطا کی ہیں وہ تین آیات کے گرد گھومتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۶)

اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے۔

یہ آیت سد ذریعہ کے اس اصول پر مبنی ہے کہ اگر ایک مباح کام اس سے زیادہ بڑی خرابی کا سبب بنے تو وہاں اس مباح کام کا ترک کرنا ہی راجح اور احسن ہے (۴۷)

اور حقیقی بات تو یہ ہے کہ اسلام نے جو اصول اور ضابطہ اس آیت میں عطا کیا وہ ادب و احترام کی راہ میں اصل اصیل کی حیثیت رکھتا ہے دنیا کے کسی مذہب نے مخالف مذاہب کے عقائد کا اس انداز میں احترام نہیں کیا اور نہ ہی کروایا جس طرح اسلام نے حکم دیا۔ باوجود اس کے کہ اسی آیت سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اور ان کا سچ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تاہم برائی کے سدباب کے لیے حکمت پر مبنی رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا (۴۸)

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۴۹)

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں

یعنی جدال بالاحسن درشتی اور تلخی سے بچتے ہوئے نرم و مشفقانہ لب و لہجہ سے کیا جائے جو کہ ادب و احترام کی اساس متصور کیا جاتا ہے۔

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۵۰)

اور اہل کتاب سے جدال نہ کرو سوائے جو بہترین اور اچھا ہو۔

سب سے واضح مثال اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ اور ھارون علیہما السلام کو حکم دیا تھا کہ تم دونوں فرعون کے ساتھ مکالمہ کے دوران اپنا رویہ نرم رکھنا ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری بات سن کر ہدایت کی راہ قبول کر لے حالانکہ قرائن اور شواہد اس امر کے خلاف ہی دلالت کرر ہے تھے:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى (۵۱)

## ۲۔ اظہار حق اصل ھدف ہونا چاہیے

سیرت طیبہ کا ماحصل اظہار حق اور اس کا غلبہ ہے۔ اور مکالمہ کے پس منظر میں ہم اظہار حق کو ھدف اساسی کے طور پر بیان کر سکتے ہیں اور قرآن مجید نے اس حوالے سے جو ہدایات عطا کیں وہ درج ذیل ہیں:۹

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۵۲)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لاؤ تو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہم پر اتاری گئی اس پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ اس کے بعد والی کے ساتھ جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے کفر کرتے ہیں۔ اچھا ان سے یہ تو دریافت کریں کہ اگر تمہارا ایمان پہلی کتابوں پر ہے تو پھر تم نے اگلے انبیاء کو کیوں قتل کیا؟

ان کا دعویٰ ایمان محض حسد اور عناد پر ہے جو کہ اظہار حق کے مخالف امور ہیں

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (۵۳)

اے اہل کتاب باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کرر ہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو

یہ آیت مدینہ میں اہل کتاب اور دیگر قبائل یہود کے ساتھ معاملات کے موقع پر نازل ہوئی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اوصاف اور خصائص کو چھپاتے تھے اور حق کو چھپانا اس کے اظہار کا مخالف امر ہے جو کسی بھی صورت مستحسن نہیں ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ
وَذِكْرُ مَن قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُم
مُّعْرِضُونَ (۵۴)

کیا ان لوگوں نے اللہ تعالی کے سوا کوئی اور معبود بنا رکھے ہیں ان سے کہہ دو لاؤ اپنی دلیل پیش کرو یہ ہے میرے ساتھ والوں کی کتاب اور مجھ سے اگلوں کی دلیل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ یعنی حق سے منہ موڑنا بھی معیوب رویہ ہے جو حق کی مخالفت کے زمرے میں آتا ہے اور اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جہالت اور علم کی عدم موجودگی ہی زمین میں شر و فساد کا سبب بنتی ہے (۵۵) جو کہ مکالمہ کے مقاصد کے حصول میں حائل ہو سکتے ہیں۔

### ۳۔ تناقضات سے اجتناب لازم ہے

ایسی گفتگو جس میں تضاد داخلی یا خارجی موجود ہو وہ بات اپنا اثر کھو دیتی ہے شرعی اور اخلاقی بنیادوں پر بھی تضاد بیانی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کی تضاد بیانیوں کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے سختی سے روکا جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ہے:

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ (۵۶)

اور کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو

یعنی اہل کتاب جو بات ان کی مرضی کے مطابق ہوتی اسے تسلیم کر لیتے اور جو حکم ان کی خواہش کے خلاف ہوتا اسے رد کر دیتے اور ایسے متضاد رویے اختیار کرنے کی سزا اللہ تعالی نے انہیں سخت اخروی عذاب کی صورت میں سنائی اور بالخصوص ایسی گفتگو کا تعلق فریقین کے مابین مکالمہ کی صورت میں ہو جس پر امن و امان کا انحصار ہو۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ
قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ
تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا (۵۷)

اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہ کی بلکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے

کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کیا آپ یہ کہہ دیں کہ وہ کتاب کس نے نازل کی جس کو موسی لے کر آئے تھے جس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لیے ہدایت ہے جس کو تم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو تم ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے یہود کی تضاد بیانیوں کو مروءات اخلاق میں شمار کیا اور اس کے علاوہ یہود کا توریت پر عمل نہ کرنے کی کفیت کو اللہ تعالی کی بے قدری اور توہین قرار دیا اور اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے احکام میں سے کچھ احکام کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ صرف چند کا ذکر کرتے ہیں اور یہ لوگ زیادہ تر اسی رویے کے حامل و عامل ہیں۔

اگر عمومی گفتگو میں تضاد بیانی کو عیب گردانا گیا ہے تو ایسی گفت وشنید جس پر بنی نوع انسان کے لیے امن وامان اور سلامتی کا انحصار ہو اس میں تضاد بیانی کا جواز کس طرح ہو سکتا ہے وہاں تو اس امر کا کہیں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی فریق کی طرف سے کوئی ایسا قرینہ یا رویہ ظاہر نہ ہو جس سے مکالمہ کا عمل سبوتاژ ہو اس میں سرفہرست کسی بھی فریق کی تضاد بیانی ہے اور اس کا ایک مظہر قول وفعل کا تضاد بھی ہے۔

كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (۵۸)

تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے۔

یعنی فعل قول کے مطابق ہونا چاہیے وگرنہ یہ تضاد میں شمار کیا جائے گا بلکہ احادیث میں تو اس کی سخت تھدید موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اس کو کتنا ناپسند کیا گیا ہے۔

### ۴۔ غرور وتکبر پر مبنی رویے اختیار نہ کرنا

چونکہ مکالمہ بنی نوع انسان کے مسائل کے حل کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس میں جہاں فریقین کے مابین احترام کی فضا کا ہونا لازم ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی بھی فریق جارحیت پر مبنی رویہ اختیار نہ کرے کیوں کہ جارحانہ رویہ انسان کو غرور وتکبر کی طرف لے جاتا ہے اور غرور وتکبر انسان میں مخالف فریق کی سننے والی صلاحیت کو غصب کر لیتا ہے وہ صرف کہنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

اور حق تو یہ ہے کہ بڑائی صرف خالق اکبر کو زیب دیتی ہے مخلوق کے حق میں بڑائی کا رویہ عیب ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

الکبر ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدا منھماقذفتہ فی النار(۵۹)

اور قرآن مجید نے یہود کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا:

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ(۶۰)

لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ چیز لے کر آیا جو تمہاری طبیعتوں کے خلاف تھی تم نے جھٹ سے تکبر کیا پس بعض کو تو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔

مکالمہ میں کوئی بھی فریق تکبر پرمبنی رویے کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے برابری کا تصور ختم ہو جاتا ہے جس کے بعد مکالمہ کا اصل ھدف یعنی مسائل کا حل ناممکن ہو جاتا ہے کہ پھر جابر اور متکبر فریق ہی اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے جس سے مذکرات کا عمل بھی تعطل کا شکار ہو جاتا ہے

## ۵۔ سچائی وصداقت پرمبنی گفتگو ہو

صداقت اور سچائی کو اسلام نے مسلمان کی پہچان بتایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو سچ بات کرتا ہے اور جھوٹ نہیں بولتا اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

کبرت خیانۃ ان تحدث اخاك حدیثا ھو لك بہ مصدق و انت لہ بہ کاذب (۶۱)

تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات بیان کرو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو اور تم دراصل جھوٹ کہہ رہے ہو تو یہ شدید گناہ ہے۔

یعنی جھوٹ بولنا عمومی طور پر بھی بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

ان الصدق یھدی (الی) البر وان البر یھدی الی الجنۃوان الکذب یھدی الی الفجور والفجور یھدی الی النار(۶۲)

جھوٹ اپنے بولنے والے کو جھنم کی طرف لے جائے گا جبکہ سچائی اپنے بولنے والے کو جنت تک لے جائے گی لہذا باہمی بات چیت میں فریقین کو سچائی پرمبنی گفتگو کرنی چاہیے جس میں جھوٹ کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

قرآن مجید نے صراحتا اس کی مذمت بیان کی ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (۶۳)

یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمد ﷺ! اس سے کہو کہ: آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

اسے آیت مباہلہ کہتے ہیں اس آیت کا پس منظر یہ ہے نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ ﷺ سے مناظرہ کیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائل کے ذریعے ثابت کیا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ جب ان کا باطل نظریہ پر اصرار حد سے بڑھنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ مباہلہ کا حکم دیا (۶۴) الخ

اس واقعہ کی تفاصیل کتب احادیث اور تفاسیر میں بیان کی گئی ہیں جن سے مکالمہ کے فوائد اخذ کیے جاتے ہیں ان فوائد میں اہم ترین فائدہ اظہار حق ہے جس کا تذکرہ سطور سابقہ میں کیا گیا ہے۔ حقائق کے مطابق گفتگو کا ہونا یہ عدل وانصاف کے عین تقاضوں کے مطابق ہے۔ اور اسلام نے حق بات کہنے کا حکم دیا خواہ اس کی زد میں قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ آئے۔ اور سچ کہنے کا حکم دیا خواہ وہ کتنا ہی تلخ یا کڑوا کیوں نہ ہو۔ مکالمہ کے دوران جھوٹ بولنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب وہ جھوٹ سامنے آتا ہے تو پھر اسے چھپانے کے لیے مزید جھوٹ بولنا پڑتا ہے جس سے گفت وشنید کی تاثیر ونتائج ختم ہو جاتے ہیں اور اس شخص پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

### ۶۔ دعوی پر دلیل کا طلب کیا جانا چاہیے

مکالمہ جات کے دوران کوئی بھی فریق کسی مقام پر جو دعوی پیش کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ اس کی دلیل بیان کرے۔ اسلام نے ایسی ہر بات کی مذمت کی ہے جو بغیر دلیل کے پیش کی گئی ہو۔ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اس کی نفی کی ہے جیسا کہ درج ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے:

وَقَالُواْ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَن كَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ
قُلْ هَاتُواْ بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ(٦٥)

یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاری کے سوا کوئی نہیں جائے گا یہ صرف ان
کی آرزوئیں ہیں ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو

اہل کتاب سے دلیل طلب کی گئی ہے اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو(٦٦)۔
دنیا کے تمام مذاہب کی قانونی دفعات میں صراحتا یہ بات درج ہے کہ دعوی بغیر دلیل کے نا قابل اعتبار ہے اور شریعت اسلامیہ نے نہ صرف قانونی اعتبار سے بلکہ مجموعی طور پر اس کو لازم کر دیا ہے۔طلب دلیل اس فساد کی راہ روکنے کے لیے ہے جس میں ہر فریق اپنی من پسند تشریحات پیش کرتا ہے مکالمہ میں دلیل کی قید کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ گفتگو مزید کسی مسئلہ کو جنم نہیں دیتی (٦٧)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّورَاةُ
وَالإنجِيلُ إِلاَّ مِن بَعْدِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ هَاأَنتُمْ هَؤُلاء حَاجَجْتُمْ فِيمَا
لَكُم بِهِ عِلمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَاللّهُ يَعْلَمُ
وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيّاً وَلاَ نَصْرَانِيّاً وَلَكِن كَانَ
حَنِيفاً مُّسْلِماً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ(٦٨)

اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے ہو ان میں تو خوب بحثیں کر چکے،اب ان معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ تو ایک مسلم تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اس آیت میں اہل کتاب کے اس دعوی بغیر دلیل کی نفی کی جا رہی ہے کہ ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے یا نصرانی تھے قرآن مجید نے ان سے مکالمہ کرتے ہوئے ان کا رد کیا اور کہا کہ جس بات کا تمہیں علم نہیں اس پر جھگڑا کیوں کرتے ہو۔یعنی گفتگو علم کی بنیاد پر ہو گی جیسا کہ اگلے موضوع میں بیان کیا جائے گا اور یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ان نسبتوں سے کیسے ہو سکتا ہے جو ان کے بعد وجود میں آئی اور یہ کہ یہودیت یا نصرانیت کی نسبتوں کے علاوہ وہ مشرک نہ تھے بلکہ وہ

امام الموحدین تھے (۶۹)

إِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُونَ فِيْ آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِن فِيْ صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ (۷۰)

جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس تک پہنچنے والے ہی نہیں۔

اس آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ بغیر سند اور دلیل کے بات کرنے میں ان کے دلوں میں موجود خود ساختہ بڑائی اور تکبر سبب بنتا ہے جس کی قباحت بیان کی جا چکی ہے۔

## ۷۔ مکالمہ کی بنیاد علم پر ہو

مکالمہ میں سب سے اہم قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ اس کی اساس جہالت پر نہ ہو یعنی نہ تو کسی ایسے موضوع پر گفت وشنید ہوگی جس کے بارے میں مکمل علم نہ ہو اور نہ ہی مکالمہ کے دوران کوئی ایسی بات کی جائے گی جس کے بارے میں علم نہ ہو۔ اسلام نے بغیر علم کے بات کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِيْ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ (۷۱)

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں

قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو شیطان کا پیروکار کہا ہے جو بغیر علم کے بات کرتے ہیں بلکہ انہیں کذاب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ دو گناہ ایسے ہیں جو انسان کو تباہی کے گھاٹ اتارتے ہیں ایک جھوٹ اور دوسرا جہالت۔ جہالت کا خمیازہ انسان کو دنیا کی زندگی میں اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی بھگتنا پڑے گا کیونکہ یہ جہالت ہی ہے جو اسے ہر خیر سے محروم رکھتی ہے۔ جہالت کی وجہ سے انسان کے اندر حسد وعناد اور تکبر جیسے منفی اور مہلک جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے ہم کہہ سکتے ہیں جہالت کا وجود عام زندگی میں اگر ضرر رساں ہے تو ایسے مقام پر تو اس کا ضرر دو چند ہو

جاتا ہے جہاں معاشرے میں امن وامان اور سلامتی کے بارے میں ایک سے زائد فریق مکالمہ میں مشغول ہوں(۷۲)

ایک اور مقام پر ایسے رویہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالی اور مؤمنین اسے سخت ناپسند کرتے ہیں جو علم پر مبنی نہ ہو یا جس کا مظہر جہالت اور اس کے متعلقات ہوں

الَّذِيْنَ يُجَادِلُونَ فِيْ آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِيْنَ آمَنُوا(۷۳)

حقیقت یہ ہے کہ جولوگ کسی سند وحجت کے بغیر جوان کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیات میں جھگڑے کرر ہے ہیں ان کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے، مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے

## مکالمہ کے فوائد

مکالمہ کے آداب اور اسالیب کے بعد اس کے فوائد اخذ کرنا بہت آسان ہے ان فوائد کا خلاصہ بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ مکالمہ کی دو کیفیات ہیں مثبت اور منفی یا مذموم۔

یعنی مکالمہ کی وہ تمام اشکال یا صورتیں جائز اور مثبت ہیں جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور کائنات میں امن و امان کے لیے ہوں اور بالخصوص ایسے مکالمے جو مذکورۃ بالا آداب و اسالیب سے مزین ہوں۔

اس کے علاوہ مکالمہ کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ مذموم ہیں قرآن مجید نے حوار مذموم کے حوالے سے جو ارشاد فرمایا ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

مَا يُجَادِلُ فِيْ آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِيْ الْبِلَادِ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِن بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۷۴)

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر صرف وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے۔ اس کے بعد دنیا کے ملکوں میں ان کی چلت پھرت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم بھی

جھٹلا چکی ہے اور اس کے بعد بہت سے دوسرے جتھوں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ ہر قوم اپنے رسول پر جھپٹی تا کہ اسے گرفتار کرے۔ ان سب نے باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی۔ مگر آخر کار میں نے ان کو پکڑ لیا، پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (۷۵)

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہیں کانا پھوسی سے روک دیا گیا تھا پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں۔ اور آپس میں گناہ کی اور ظلم وزیادتی کی اور نافرمانی پیغمبر کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالی نے نہیں کیا اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا ان کے لیے جہنم کافی سزا ہے جس میں یہ جائیں گے سو وہ برا ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو یہ سرگوشیاں گناہ اور ظلم اور نافرمانی پیغمبر کی نہ ہوں بلکہ نیکی اور پرہیز گاری کی باتوں پر سرگوشی کرو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ بری سرگوشیاں شیطانی کام ہیں جس سے ایمان داروں کو رنج پہنچے اور ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالی پر ہی بھروسا رکھیں۔

اس آیت میں مذموم مکالمہ سے روکا گیا ہے اور اس کی ایک معروف شکل بیان کی گئی ہے کہ محفل میں سرگوشیاں اور خفیہ انداز گفتگو اختیار کرنا شرعی اور اخلاقی طور پر ممنوع ہے اور مکالمہ میں گفتگو اور بات چیت محفل میں ہی ہوتی ہے لہذا بیان کیا گیا کہ اگر دوران مکالمہ ایسی ضرورت ہو تو اجازت لے کر الگ بات چیت کر لیں ورنہ عمومی طور یہ انداز گفتگو دلوں میں رنجشیں اور غلط فہمیاں پیدا کرے گا

جس سے مذاکرات کے عمل میں اخلاص عنقا ہو جاتا ہے۔

مکالمہ کے اہم فوائد کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ مکالمہ وہ واحد ذریعہ ہے جو مختلف مذاہب اور اچھے افکار کو نزدیک لا سکتا ہے کیونکہ ایک دوسرے کا موقف سننے کی صورت میں حق بیان ہوگا اور کسی ایک نقطہ پر اتفاق ہو سکے گا۔

## مکالمہ کے اثرات

مکالمہ ے اثرات حیات انسانی کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر مرتب ہوتے ہیں جن کی تفصیل اس طرح بیان کی جاسکتی ہے:

۱۔ دینی اثرات کے تحت حق کا بیان، حق کا دفاع، حق کے حوالے سے شبہات اور اشکالات کا ازالہ اور صحیح عقائد کی نشر و اشاعت ہوتی ہے۔

۲۔ علمی اثرات کے تحت جو موضوعات زیر بحث ہوتے ہیں ان کے تمام ممکنہ پہلو روشن اور واضح ہو جاتے ہیں

۳۔ اجتماعی اثرات کے تحت فریقین کے مابین موجود غلط فہمیاں جو امن وسلامتی کے مخالفوں نے پیدا کی ہوتی ہیں ان کو زائل کیا جاتا ہے اور مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان بغض وحسد کے منفی جذبات کا سد باب کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

۴۔ اخلاقی اثرات کے تحت فریقین کے مابین باہمی نظریات کے لئے ادب و احترام کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔

۵۔ سیاسی اثرات کے تحت کسی ایک فریق کے دوسرے فریق پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں اس کا جائزہ لیا جاتا ہے کیوں کہ مکالمہ کے نتیجے میں یہ بالکل فطری امر ہے کہ فریقین ایک دوسرے سے متاثر ہوں۔

۶۔ ثقافتی اثرات کے تحت یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ مکالمہ کے فریقین ایک دوسرے کی ثقافت سے کس طرح متاثر ہو سکتے ہیں اور اس میں منفی اثرات سے کس طرح بچا جا سکتا ہے(۷۶)

## نتائج وتجاویز:

مکالمہ جات کے ممکنہ پہلوؤں کے احاطے کے بعد جو تجاویز اس عمل کو مزید بہتر بنا سکتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مکالمہ کے لیے دونوں فریقوں کو ایسے افراد کا انتخاب کرنا چاہیے جو مثبت افکار کے مالک ہوں۔

۲۔ مکالمہ کے لیے جن موضوعات پر گفت وشنید ہوان کا انتخاب پہلے سے ہو جائے اور دونوں فریق ان نقاط پر اتفاق کر لیں جن پر بات چیت کی جائے گی تاکہ تضییع اوقات نہ ہو۔

۳۔ مکالمہ میں جو آداب واسالیب طے کیے جائیں ان کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے تاکہ اس کے مثبت نتائج مرتب ہوں۔

۴۔ مکالمہ کے نتائج کی پابندی کے لیے کچھ افراد کا تعین کیا جائے جو اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی فریق زیادتی کا مرتکب تو نہیں ہو رہا۔

۵۔ مکالمہ کے پس منظر میں اس بات کا خیال رہے کہ اس کا مقصد استبداد یا مخالف فریق پر غلبہ نہ ہو۔

۶۔ سرکاری سرپرستی میں ایسی تنظیمیں بنائی جائیں جن کے ارکان عوام میں سے ہوں جو امن وسلامتی کے اس عمل کو سبوتاژ نہ ہونے دیں۔

۷۔ ایسی ہر سرگرمی کی شدید مذمت کی جائے جو کسی بھی انسان کے مال ودولت اور عزت کو نقصان پہنچائے۔

۸۔ مکالمہ کے پس منظر میں اجتماعی فوائد کو مدنظر رکھا جائے۔

۹۔ کسی بھی قسم کی دہشت گردی کی شدت سے نفی کی جائے۔ کیوں کہ اسلام سلامتی سے تعبیر ہے جو اپنے اور غیروں سب کے لیے ہے۔

## حواشی

۱) محمد بن محمد بن عبدالرزاق الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، بیت العلوم

العربیۃ، شام، ۲۰۰۰م، جلد ۳۳، ص ۳۶۹

۲) ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دارالفکر، دمشق، ۱۳۹۹ھ، جلد ۵، ص ۱۳۱

۳) العلم الخفاق فی علم الاشتقاق، نواب صدیق حسن خان، مطبعۃ الجوائب الکائنۃ، قسطنطنیۃ، ص ۶۳

۴) احمد بن محمد بن علی الفیومی، المصباح المنیر، دارالعلم، بیروت، ۱۳۹۱ھ، جلد ۸، ص ۱۴۳

۵) محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۸ھ، جلد ۱۲، ص ۵۲۲

۶) محمد بن یوسف المعروف بابی حیان، الاندلسی، تفسیر البحر المحیط، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۰، جلد ۱، ص ۱۲۶

۷) قرآن مجید، سورہ غافر ۴/۴ تا ۵

۸) قرآن مجید ۲/۳۵ تا ۳۹

۹) قرآن مجید ۲/۱۲۴ تا ۱۲۶

۱۰) قرآن مجید ۵/۱۱۰

۱۱) قرآن مجید ۱۰/۸۷ تا ۸۹

۱۲) قرآن مجید ۲۰/۳۸ تا ۸۵

۱۳) قرآن مجید ۱۱/۴۵ تا ۴۸

۱۴) قرآن مجید ۲/۱۸۶

۱۵) قرآن مجید ۲/۲۱۵

۱۶) قرآن مجید ۶/۱۴۳ تا ۱۴۵

۱۷) قرآن مجید ۳/۴۵ تا ۴۷

۱۸) قرآن مجید ۲۶/۶۹ تا ۸۲

۱۹) قرآن مجید ۲۶/۱۷۷ تا ۱۸۸

۲۰) قرآن مجید ۲۶/۱۶ تا ۴۸

۲۱) قرآن مجید ۱۱/۱۱۸تا۱۱۹

۲۲) قرآن مجید ۱۲/۱۰۳

۲۳) قرآن مجید ۲/۲۵۶

۲۴) قرآن مجید ۱۰/۹۹

۲۵) قرآن مجید ۲۹/۴۶

۲۶) قرآن مجید ۱۶/۱۲۵

۲۷) قرآن مجید ۶۰/۸تا۹

۲۸) قرآن مجید ۶۰/۷

۲۹) عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابومحمد الدارمی، سنن الدارمی، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، رقم الحدیث ۳۷۸

۳۰) مسلم بن حجاج ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، داراحیاء التراث العربی، بیروت، مقدمہ کتاب صحیح مسلم حدیث نمبر ۷

۳۱) عبداللہ بن عبدالرحمٰن العقیلی المعروف بابن العقیل، شرح ابن عقیل علی الفیۃ ابن مالک، دارالتراث، القاھرۃ، ۱۴۰۰ھ، جلد ۱، ص ۱۴

۳۲) قرآن مجید ۱۹/۲۹

۳۳) تفسیر احسن البیان، صلاح الدین یوسف۔ شاہ فہد قرآن کمپلیکس، مدینہ منورہ، ۱۳۹۷ھ، ص ۸۳۸

۳۴) ماہنامہ تعمیر افکار، سیرت نمبر اپریل مئی جون ۲۰۰۷م، ص ۴۳۱ تا ۴۳۸ از محمد اویس صدیقی

۳۵) ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الازدی الطحاوی، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۹۴ھ، حدیث نمبر ۳۸۹۷

۳۶) ابدی پیغام کا آخری پیغمبر، ضیاء الدین کرمانی، امر پردیس، کراچی، ۱۹۸۴م، ص ۱۳۸ تا ۱۴۴

۳۷) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۲۰ھ، جلد ۵ ص

۲۵۵و۲۵۶

۳۸) ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی، سنن الدارقطنی، دار التراث العربی، بیروت، حدیث نمبر۳۶۲۰

۳۹) قرآن مجید ۸/۶۰

۴۰) قرآن مجید ۴/۹۰

۴۱) قرآن مجید ۲/۲۰۸

۴۲) قرآن مجید ۸/۴۷

۴۳) ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۲۰۰۹م، حدیث نمبر۸۹۴۹

۴۴) محمد بن عیسی ابوعیسی الترمذی، جامع الترمذی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، حدیث نمبر۱۹۱۹

۴۵) صفی الرحمان المبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۲۰۰۰م، ص۵۳۵

۴۶) قرآن مجید ۷/۱۰۸

۴۷) تفسیر احسن البیان، صلاح الدین یوسف۔شاہ فہد قرآن کمپلیکس، مدینہ منورہ، ۱۳۹۷ھ، ص۳۸۱

۴۸) الدین والحکم، بزبان ترکی، مشیر احمد عزت، ترجمہ حمزۃ طاہر، دارالعلم والتعلیم، بیروت، ص۱۲۶

۴۹) قرآن مجید ۱۶/۱۲۵

۵۰) قرآن مجید ۲۹/۴۶

۵۱) قرآن مجید ۲۰/۴۴

۵۲) قرآن مجید ۲/۹۱

۵۳) قرآن مجید ۳/۷۱

۵۴) قرآن مجید ۳۱/۲۴

۵۵) وھبۃ الزحیلی، التفسیر المنیر، دارالفکر المعاصر، دمشق ۱۴۱۸ھ، جلد ۱۷، ص۳۱

۵۶) قرآن مجید ۲/۸۵

۵۷) قرآن مجید ۷/۹۱

۵۸) قرآن مجید ۳/۶۱

۵۹) سنن ابو داؤد، ابوداؤد بن سلیمان، باب ماجاء فی الکبر، دارالکتاب العربی، بیروت، حدیث نمبر ۴۰۹۲

۶۰) قرآن مجید ۲/۸۷

۶۱) سنن ابو داؤد، ابوداؤد بن سلیمان، باب ماجاء فی الکبر، دارالکتاب العربی، بیروت، ۴۹۷۳

۶۲) محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری، صحیح بخاری، دارالشعب، القاھرۃ، ۱۹۸۷ء، حدیث نمبر ۶۰۹۴

۶۳) قرآن مجید ۲/۶۱

۶۴) ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، مسند احمد، مؤسسۃ القرطبۃ، القاھرۃ، حدیث نمبر ۱۱۱۲۳

۶۵) قرآن مجید ۲/۱۱۱

۶۶) جامع البیان فی تاویل القرآن، محمد بن جریر الطبری، موسسۃ الرسالۃ، جلد۲، ص۵۰۸

۶۷) ادب المفتی والمستفتی، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان الھشر زوری، مکتبہ العلوم والحکم، بیروت، جلد۲، ص۷۲۰

۶۸) قرآن مجید ۳/۶۵ تا ۶۷

۶۹) محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر بین فنی الروایۃ من علم التفسیر، دارالمعرفہ بیروت، جلد۱، ص ۴۷۷

۷۰) قرآن مجید سورہ غافر، ۵۶

۷۱) قرآن مجید ۲۲/۳

۷۲) خلاصہ وترجمہ از الفلسفۃ القرآنیہ، عباس محمود العقاد، منشورات المکتبۃ العصریہ، بیروت، ص ۱۴۲ تا ۱۴۳

۷۳) قرآن مجید، سورہ غافر/۳۵

۷۴) قرآن مجید، سورہ غافر۴۴تا۵

۷۵) قرآن مجید، ۵۸/۸تا۱۰

۷۶) خلاصہ وترجمہ الحوار فی القرآن معاملہ واھدافہ، سناء بنت محمود عبداللہ، رسالۃ الدکتورہ، ریاض، ص۱۷۶

## کتابیات


۱) قرآن مجید

۲) ابدی پیغام کا آخری پیغمبر، ضیاء الدین کرمانی، امر پروسیس، کراچی، ۱۹۸۴م

۳) ادب المفتی والستفتی، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان الهشر زوری، مکتبہ العلوم والحکم، بیروت

۴) تفسیر البحر المحیط، محمد بن یوسف المعروف بابی حیان، الاندلسی، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰

۵) تفسیر احسن البیان، صلاح الدین یوسف۔ شاہ فہد قرآن کمپلیکس، مدینہ منورہ، ۱۳۹۷ھ

۶) تاج العروس من جواہر القاموس، محمد بن محمد بن عبدالرزاق الزبیدی، بیت العلوم العربیۃ، شام، ۲۰۰۰م،

۷) التفسیر المنیر، وھبۃ الزحیلی، دار الفکر المعاصر، دمشق ۱۴۱۸ھ،

۸) جامع الترمذی، محمد بن عیسی ابوعیسی الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۹) جامع البیان فی تاویل القرآن، محمد بن جریر الطبری، موسسۃ الرسالۃ

۱۰) خلاصہ وترجمہ الحوار فی القرآن معاملہ واھدافہ، سناء بنت محمود عبداللہ، رسالۃ الدکتورہ، ریاض

۱۱) خلاصہ وترجمہ از الفلسفۃ القرآنیہ، عباس محمود العقاد، منشورات المکتبۃ العصریہ، بیروت

۱۲) الدین والحکم، بزبان ترکی، مشیر احمد عزت، ترجمہ حمزۃ طاہر، دار العلم والتعلیم، بیروت

۱۳) الرحیق المختوم، صفی الرحمان المبارکپوری، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۲۰۰۰م

۱۴) سنن ابوداؤد، ابوداؤد بن سلیمان، باب ماجاء فی الکبر، دار الکتاب العربی، بیروت

۱۵) سنن الدارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی، دارالتراث العربی، بیروت

۱۶) سنن الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابومحمد الدارمی، دارالکتاب لعربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۱۷) شرح ابن عقیل علی الفیۃ ابن مالک، عبداللہ بن عبدالرحمٰن العقیلی المعروف بابن العقیل، دارالتراث، القاھرۃ، ۱۴۰۰ھ

۱۸) شرح مشکل الآثار، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الازدی الطحاوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۹۴ھ

۱۹) صحیح مسلم، مسلم بن حجاج ابوالحسین القشیری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، مقدمہ کتاب صحیح مسلم

۲۰) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری، دارالشعب، القاھرۃ، ۱۹۸۷م

۲۱) ضیاء النبی ﷺ، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۲۰ھ

۲۲) العلم الخفاق فی علم الاشتقاق، نواب صدیق حسن خان، مطبعۃ الجوائب الکائنۃ، قسطنطنیۃ

۲۳) فتح القدیر بین فنی الروایۃ من علم التفسیر، محمد بن علی الشوکانی، دارالمعرفہ بیروت

۲۴) لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۸ھ

۲۵) المصباح المنیر، احمد بن محمد بن علی الفیومی، دارالعلم، بیروت، ۱۳۹۱ھ

۲۳) ماہنامہ تعمیر افکار، سیرت نمبر اپریل مئی جون ۲۰۰۷م، از محمد اویس صدیقی

۲۴) مسند البزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۲۰۰۹م،

۲۵) مسند احمد، احمد بن حنبل، مؤسسۃ القرطبۃ، قاہرۃ

۲۵) معجم مقاییس اللغۃ، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا، دارالفکر، دمشق، ۱۳۹۹ھ